Lesson 2: Ra'ad (Ayaat 18- 43): Day 7 سُوْرَةُ الرَّعد کی تفسیر

آج کے سبق کی چند باتیں جن کی وجہ سے ہم اس کو اچھی طرح سمجھ سکیں گے۔ ہم دیکھیں گے کہ جب لوگ خود کو نفع مند بناتے ہیں، جیسے پچھلے سبق میں ہوا تو اُن میں کیا خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

دوسری بات کہ اللہ کی یاد سے دلوں کو سکون ملتا ہے، اس سے کیا مُراد ہے۔ بہت ہی معروف آیت ہے جو ہم آج کے سبق میں دیکھیں گے۔

فرشتے کن کو سلام کریں گے یہ دیکھیں گے۔

دین کے راستے میں مذاق اُڑایا جانا کیسے انسان کے قدموں کو جما دیتا ہے۔

تقدیر کی کیا حقیقت ہے؟

زمین کو ہم کناروں سے گھٹاتے ہیں اس کا کیا معنیٰ ہے؟

لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰىؔ ۗ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ۗ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ □ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۗ وَبِئْسَ الْمِهَادُ □ ﴿۱۸﴾

جن لوگوں نے اپنے رب کی دعوت قبول کر لی ہے اُن کے لیے بھلائی ہے اور جنہوں نے اسے قبول نہ کیا وہ اگر زمین کی ساری دولت کے بھی مالک ہوں اور اتنی ہی اور فراہم کر لیں تو وہ خدا کی پکڑ سے بچنے کے لیے اس سب کو فدیہ میں دے ڈالنے پر تیار ہو جائیں گے یہ وہ لوگ ہیں جن سے بری طرح حساب لیا جائے گا اور اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے، بہت ہی برا ٹھکانا ۔

وہ لوگ جن کو موقع ملا، اللہ نے نبی، کتابیں بھیجیں۔ نفع مند ہونے کی دعوت دی گئی، کچھ نے مان لیا۔ اللہ کے راستے میں آنے والی مشکلات کو گلے سے لگایا۔ دین کے لیے قربانیاں کرنا اپنے لیے ایک آنر سمجھا، اُن کو حُسۡنٰی ملے گا اور الۡحُسۡنٰی سے یہاں مُراد اللہ کی رضا، جنت اور جنت کا سب سے اعلیٰ مقام اللہ کا دیدار ہے لیکن عموماً حُسۡنٰی لفظ اچھے انجام کے لیے آتا ہے کہ جن لوگوں نے اللہ کی دعوت پہ لبیک کہا، وہ دنیا میں کتنے دن رہے، وقت تو گزر گیا، راستے کی سب مشکلات چلی گئیں لیکن اُن کے لیے حُسۡنٰی بچ گیا۔ حُسۡنٰی پڑھتے ہی ذہن میں لفظ حُسن آجاتا ہے۔ جنھوں نے خود کو دین کے لیے کھپادیا اور اپنے حُسن کو نہ نکھار سکے، اتنا وقت ہی نہ ملا کہ خود کو خوبصورت بناتے اور سجاتے رہتے تو اللہ اُنکو ایسی خوبصورتی دے دے گا جس میں بھی پھر زوال نہیں آئے گا۔

حدیث میں آتا ہے کہ جنتی جنت میں جانے سے پہلے ایک ایسی نہر سے گزارے جائیں گے کہ اُن کا چہرہ سج جائے گا، بال بن جائیں گے، خوبصورتی ہی خوبصورتی ہو گی۔ اور جنھوں نے خوبصورتی کے ساتھ اللہ کے کام کیئے تو اللہ اُن کے دنیا کے بہت سارے کام اپنے ہاتھ میں لے کر اُن کو خوبصورت کر دیتا ہے۔

وَالَّذِيۡنَ لَمۡ يَسۡتَجِيۡبُوۡ وہ لوگ جنھوں نے قبول نہ کیا، اپنی ذات تھی۔ پچھلے سبق سے اگر جوڑ لیں تو عزیمت کے راستے سے ہٹ کے بس فرائض کے راستے پہ جیتے رہے۔ اُنہوں نے کہا کہ دعوت تو بہت اچھی ہے لیکن ہمارے لیے ممکن نہیں۔ ہم نہیں کر سکتے تو پھر ایسے لوگوں کو سوچ لینا چاہیئے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ایسے لوگوں کو خبر دیتے ہیں کہ وقت ختم، دنیا میں پہلا اور آخری چانس تھا، اب چانس ختم، دنیا چلی گئی، تمہارے پاس مال بھی نہیں ہے اور اگر ہوتا بھی تو اُس وقت تمہاری خواہش یہی ہو گی کہ لَوۡ

اَنَّ لَهُمۡ مَّا فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا وَّمِثۡلَهٗ مَعَهٗ لَافۡتَدَوۡا بِهٖ ؕ کہ یہ سارا مال بدلے میں دے ڈالیں۔ یہاں نہیں لکھا لیکن اللہ کہیں گے کہ آج ہم اسے قبول نہیں کریں گے۔ وقت، مال، عزت کی دولت دنیا میں دیتے تو قبول تھی۔ آج ہم یہ قبول نہیں کریں گے بلکہ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ سُوۡٓءُ الۡحِسَابِ ۙ یہ وہ لوگ ہیں جن کا آج پورا حساب ہو گا۔ اور انکا ٹھکانہ وَمَاۡوٰٮهُمۡ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئۡسَ الۡمِهَادُ ۙ جہنم ہے اور وہ بڑا بُرا ٹھکانہ ہے۔ یہاں سُوۡٓءُ الۡحِسَابِ ۙ کی بات ہوئی۔

یہ وہ لوگ ہیں جو ساری زندگی بڑے حسابی کتابی تھے۔ جمع تفریق میں پڑے رہے۔ دین کو دینے کے کیا نقصانات اور دین سے بچانے کے کیا فوائد یہی سوچتے رہے۔ دین کو وقت دیا تو کچھ دینا پڑے گا اور اگر دنیا کو وقت دیا تو کچھ ڈالرز یا پاؤنڈ، پیسہ گھر میں آئے گا۔ جس طرح دنیا میں یہ دین کے معاملے میں حساب کتاب کرتے تھے، آج اللہ انہیں سُوۡٓءُ الۡحِسَابِ ۙ کی بات سُناتا ہے۔ سورۃ یونس میں آسان حساب کی بتاہوئی تھی، "حسابِ یسیرا" وہاں اس آیت کا نمبر کوٹ کروایا تھا کہ کس طرح قیامت کے دن انسان کا بُرا حساب ہو گا۔ اگر آج اس آیت کو سمجھ لیں تو کبھی اپنے فرائض سے غافل نہ ہوں۔

سُوۡٓءُ کے لفظ میں سیاہی چھُپی ہوئی ہے۔ اور سیاہی کالک کو کہتے ہیں۔ زندگی بھر اپنے حصے کا کام نہ کیا۔ نتیجہ کیا نکلا کہ قیامت کے دن انکے چہرے سیاہ ہوں گے۔ پیچھے ہم پڑھ چُکے کہ ان کے چہرے سیاہ رات کی طرح ہو جائیں گے۔ اور سُوۡٓءُ سے مُراد غم، دُکھ، تکلیف بھی ہوتا ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو انسان کو غم میں مبتلا کر دے، دُکھی کر دے۔ تو قیامت کے دن ان کے ساتھ جو معاملہ ہونے والا ہے اُس پہ یہ غم میں مبتلا ہوں گے۔ اُس دن انکو گرمی، دھواں، تکلیفیں ملیں گی۔ اور یہ کچھ نہیں کر سکیں گے۔ نعوذُ بِاللہ، اللہ کسی کے ساتھ بُرا معاملہ کرے گا، نہیں۔ یہ ان کے اعمال کی سیاہی عذاب کی صورت میں

ان کے سامنے ہو گی۔ اپنے اعمال کا کچھ وبال تو یہ دنیا میں بھگت چکے ہوں گے لیکن اصل وبال ان پہ قیامت کے دن سُوٓءُ الۡحِسَابِ کی صورت میں ان کے سامنے رکھا جائے گا۔

اللہ کے نبیؐ کی بات کہ اپنے حساب خود کر لو، اس سے پہلے کہ تمہارا حساب کیا جائے۔ اُسکو سامنے رکھ لیجیۓ تو یہ بات سمجھ آئے گی کہ اگر آج ہم اپنے معاملے کو ڈھیلا کرتے ہیں تو آج نہیں تو کل کہیں تو جا کے پکڑے جائیں گے۔ بعض دفعہ ایسے ہوتا ہے کہ جب کوئی جُرم کرتا ہے تو اُسے رنگے ہاتھوں اُسی وقت پکڑ لیا جاتا تھا۔ اُس کو انسان بڑا بُرا سمجھتا ہے لیکن آج کے دور میں آپ کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی لیکن بعد میں آپ کے پاس ایک ٹکٹ آتا ہے کہ اتنے پیسے جرمانہ دیں۔ فلاں جگہ آپ اوور سپیڈ تھے، آپکی گاڑی نہیں رُکی تھی۔ وہ ایک غیر متوقع حساب کتاب انسان کو زیادہ تکلیف دیتا ہے۔ اُسی وقت پکڑے جائیں تو آپکو تسلی ہوتی ہے کہ ہاں غلطی کی ہے لیکن بعد میں پکڑے جانے پر کبھی یاد بھی نہیں ہوتا کہ آپ نے غلطی کی بھی تھی یا نہیں۔

ساری بات کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ تو بڑی موج مستیوں میں تھے لیکن اللہ نے انہیں ایسے پکڑا کہ انہیں توقع ہی نہیں تھی۔ (اللھُمَ لاتجعلنا منھم)۔ اللہ تعالیٰ بُرے حساب سے ہم سب کو بچا کے رکھے۔ اگلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ اُنکا ذکر کرتے ہیں جنھوں نے اسۡتَجَابُوۡا لِرَبِّهِمۡ کا حق ادا کیا۔ جن کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے جب کسی چیز کی دعوت دی تو سوچ میں نہیں پڑ گئے بلکہ انہوں نے کیا کہا؟

اَفَمَنۡ يَّعۡلَمُ اَنَّمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ الۡحَـقُّ كَمَنۡ هُوَ اَعۡمٰى‌ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِۙ ﴿۱۹﴾ بھلا یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ شخص جو تمہارے رب کی اِس کتاب کو جو اس نے تم پر نازل کی ہے حق جانتا

ہے، اور وہ شخص جو اس حقیقت کی طرف سے اندھا ہے، دونوں یکساں ہو جائیں؟ نصیحت تو دانش مند لوگ ہی قبول کیا کرتے ہیں ۔

یہاں تقابل ہے۔ بتایا جارہا ہے کہ وہ بندہ جس کو پتہ چل گیا کہ آپؐ پہ نازل ہونے والا حق ہے اور پچھلے سبق کو بھی نہ بھولیے جس میں حق و باطل کی مثالیں سمجھی تھیں۔ اُسی سے اگلی آیت ہے۔ جس کو تو پتا ہی نہیں چلا اُسکو تو پیچھے کر دو اور جسکو پتہ چل گیا کہ یہ حق اسکے تقاضوں کو نبھانے بھی لگ گیا۔ اُسکے مطابق aپنی زندگی کو بسر بھی کرنے لگ گیا۔ کیا اُس کی کیفیت پھر اندھے جیسی ہو سکتی ہے۔ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۙ نصیحت تو عقل والے ہی لیتے ہیں۔ یہ بہت بڑی حقیقت ہے۔ کسی بات کو ماننے کی دو وجوہات ہوتی ہیں۔ ایک علم کی بنیاد پہ ماننا ہے۔ آپکو پتا چل گیا کہ زندگی کو ضائع نہیں کرنا، نفع دینا ہے، آیت پڑھ لی، سمجھ آگئی۔ یہ ماننا زندگی میں تبدیلی لاتا ہے۔ دوسرا رواج کے طور پر ماننا ہے۔ بالکل ایسے کہ عادی تھے۔ قرآن کو سمجھنے سے پہلے ہم پڑھتے تھے "اَمَن۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ ہمارا رواجی ماننا تھا۔ رٹا ہوا جُملہ تھا۔ اسی لیے اُسکا ہمارے عمل پر زیادہ اثر نہیں ہوا۔

اب جب علم آگیا، اب تبدیلی آنی چاہیئے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہاں اَعْمٰیؕ سے مُراد رٹا رٹایا اسلام رکھنے والا شخص۔ رواجی مسلمان۔ جو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر کسی چیز کو جانتا ہے۔ کہتا ہے جب تک آنکھوں سے دیکھوں اور کانوں سے سُنوں گا نہیں، مانوں گا نہیں۔ ہم سب اپنے آپ سے پوچھیں۔ میں کون سی مسلمان ہوں۔ رواجی یا شعوری۔ ایک وہ وقت تھا کہ وقت کا خلیفہ بھی قرآن سیکھتا تھا کوئی بچہ ہو، سائنسدان ہو اُسکو اُسی طرح دین کی باتوں کو سیکھنا ہوتا تھا جیسے کسی ڈاکٹر یا انجینئر کو۔ اب یہاں

بات چھیڑ کر آگے نشایاں بتائی گئی ہیں۔ اگلی آیت میں الَّذِیۡنَ سے مُراد کون لوگ ہیں یہ دیکھ لیں پھر آیت شروع کرتے ہیں۔

جو لوگ حق کو جان کر مان جاتے ہیں۔ اسۡتَجَابُوۡا لِرَبِّهِمُ والے لوگ

اور جنہوں نے آپ کو علم کی بنیاد پہ مانا۔

الَّذِیۡنَ یُوۡفُوۡنَ بِعَهۡدِ اللّٰهِ وَلَا یَنۡقُضُوۡنَ الۡمِیۡثَاقَ ﴿۲۰﴾ اور اُن کا طرز عمل یہ ہوتا ہے کہ اللہ کے ساتھ اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں، اُسے مضبوط باندھنے کے بعد توڑ نہیں ڈالتے ۔

سورۃ البقرہ کی آیت 177 میں ہم نے اس سے ملتے جُلتے لفظ پڑھے تھے۔ وہاں وَالۡمُوۡفُوۡنَ بِعَهۡدِهِمۡ اِذَا عٰهَدُوۡا ۚ اور نیک وہ لوگ ہیں کہ جب عہد کریں تو اُسے وفا کریں۔ یہاں کون سا عہد مُراد ہے۔ سب سے پہلے "وعدہ الَست" سورۃ اعراف کی آیت 173 میں ہم پڑھ چکے ہیں۔ جو ہماری روحوں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا۔ پھر ہر بندۂ مومن کا شریعت کو ماننے کا وعدہ۔ جب ہم لا اِلٰہ اِلا اللہ کہتے ہیں تو ہم اپنی زبان سے یہ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ اللہ اس شریعت پر عمل کریں گے۔ تیرے دین کے سارے حُکموں کو مانیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ مومن کا ایک اور وعدہ ہے۔ سورۃ توبہ آیت:111

اِنَّ اللّٰهَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ وَاَمۡوَالَهُمۡ بِاَنَّ لَهُمُ الۡجَـنَّةَ ؕ حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے ان کے نفس اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔

یہ ہے عزیمت کی زندگی۔ یہاں اُن خوش قسمت لوگوں کی بات ہے جو اللہ سے کیئے ہوئے وعدوں کو توڑتے نہیں ہیں۔ ہم کسی انسان سے کوئی کمٹمنٹ کر لیں تو اُسے جان پہ کھیل کے پورا کرنے کی کوشش

کرتے ہیں۔ کوئی مانے یا نہ مانیں۔ کوئی قدر کرے یا نہ کرے۔ لیکن ہم اللہ کے ساتھ کیئے ہوئے عہد کیوں بھول جاتے ہیں۔ یہ اصل میں اُولُوا الْاَلْبَابِ لوگوں کی صفات ہیں جو اللہ سے کیئے ہوئے عہدوں کو نبھاتے ہیں۔ اللہ کے حکموں پر عمل کرتے ہیں۔

دوسری صفت، اُسکا تذکرہ یہاں آرہا ہے جو لوگ اُولُوا الْاَلْبَابِ ہوتے ہیں، عقلمند ہوتے ہیں، اُنکی کیا خوبی ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿٢١﴾

اُن کی روش یہ ہوتی ہے کہ اللہ نے جن جن روابط کو برقرار رکھنے کا حکم دیا ہے انہیں برقرار رکھتے ہیں، اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور اس بات کا خوف رکھتے ہیں کہ کہیں ان سے بری طرح حساب نہ لیا جائے۔

تین چیزیں ہیں؛

1۔ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ ایک سادہ سی مثال جو اس سے لی جاتی ہے وہ رشتہ داریوں کو ملانا ہے۔ اور دوسرا اللہ کا ہر وہ حکم ہے جس کو ماننے کا حکم ہے۔ اللہ کے حکموں کو کاٹتے نہیں، مانتے ہیں۔ شریعت پہ بھی عمل کرتے ہیں۔ صرف لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللہ نہیں کہتے بلکہ اُس پر عمل بھی کرتے ہیں۔

2۔ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ اللہ کی خشیت رکھتے ہیں۔ خشیت وہ خوف ہوتا ہے جو کسی کی بڑائی کو دیکھ کر دل پہ طاری ہو اور انسان کو بُرے کاموں سے روک دے۔ یہ کوئی خشیت نہیں ہے کہ کہیں کہ اللہ سے بڑا ڈر لگتا ہے اور اس کے باوجود اپنے غلط کام بھی نہ چھوڑیں۔

3۔ وَيَخَافُونَ سُوٓءَ ٱلْحِسَابِ اور اندیشہ رکھتے ہیں بُرے حساب کا۔ اُنہیں اس بات کا اندیشہ ہے کہ آج نفس کے غلبوں کی وجہ سے جو غلط کام کر رہے ہیں، کل کہیں اُن کے بُرے انجام اُن کے سامنے نہ آ جائیں۔

اپنے آپ سے پوچھیں کہ کیا میرے اندر یہ ساری صفات ہیں۔ اگر یہ آ گئیں تو!

وَٱلَّذِينَ صَبَرُوا۟ ٱبْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَأَنفَقُوا۟ مِمَّا رَزَقْنَٰهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَيَدْرَءُونَ بِٱلْحَسَنَةِ ٱلسَّيِّئَةَ أُو۟لَٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى ٱلدَّارِ ﴿٢٢﴾

اُن کا حال یہ ہوتا ہے کہ اپنے رب کی رضا کے لیے صبر سے کام لیتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، ہمارے دیے ہوئے رزق میں سے علانیہ اور پوشیدہ خرچ کرتے ہیں، اور برائی کو بھلائی سے دفع کرتے ہیں آخرت کا گھر انہی لوگوں کے لیے ہے ۔

رب کی رضا کے لیے صبر کرنا کیا ہوتا ہے،

1۔ پہلی وجہ تو سادہ سی ہے کہ اللہ کے دین پر عمل کرنے میں جو مشکلات آتی ہیں اُس پہ صبر ۔ یہ صبر کے دوسری قسم ہے، لیکن مشکل ہے۔

2۔ اللہ نے جن کاموں سے روکا اُس پہ رُکنے پہ صبر، جیسے حضرت یوسفؑ کی مثال لے سکتے ہیں کہ اُنہوں نے اپنے آپ کو عورتوں کے چنگل میں پھنسنے سے روکا۔ یہ بھی مشکل ہے۔ 'امر' پہ عمل کرنا آسان ہے لیکن 'نواہی' پہ رُکنے پہ صبر مشکل ہے۔ کیوں کہ جب نفس سرکش ہو جاتا ہے تو بے قابو ہو جاتا ہے۔

3۔ اللہ کے دین کو فائدہ دینے کے لیے، ذاتی زندگی میں جو مشکلات آتی ہیں۔ جس کو اگر آپ پچھلے سبق سے جوڑلیں کہ جب ہم أُولُوا الْأَلْبَابِ بنناچاہتے ہیں تو اپنی ذاتی زندگی میں کئی تمناؤں، آرزؤں، خواہشات پر چوٹ پڑتی ہے تو اُس پہ صبر کرنا۔ پھر روتے نہیں رہتے۔

4۔ دین کو سیکھنے کا صبر، ٹیسٹ، اسائنمنٹس، صُبح اُٹھنے کا صبر۔

5۔ اللہ کے راستے میں مال دینے کا صبر،

6۔ ایک اور صبر کہ جب کوئی اُن کو ستاتا ہے تو اللہ کی رضا کے لیے اُن کو معاف کر دیتے ہیں۔ اور خاص طور پہ وہ لوگ جن کو کوئی اللہ کے نام پہ ستائے۔

جب ہم دین پہ آجاتے ہیں تو ہمارا امتحان یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی ہمیں غصہ دلائے تو ہم نے غصہ نہیں کرنا، جب لوگ ہماری حق تلفی کریں تو برداشت کر جائیں، کیوں کہ اَب ہم اپنے نہیں رہے اللہ کے ہو گئے ہیں۔ اب لوگ ہماری ہر بات (نعوذُ بِاللہ) اللہ پہ ڈال دیں گے۔ ایسے ہوتے ہیں قرآن والے، ایسے ہوتے ہیں مدرسوں والے۔ یہ دیکھیں داڑھیوں والے، یہ دیکھیں نقاب پہن کے کیا کرتے ہیں۔ اس طرح کی باتیں سُن کے بعض دفعہ انسان سوچ میں پڑ جاتا ہے کہ واقعہ ہی میں نے کوئی گناہ تو نہیں کر دیا۔ تو اللہ کے لیے صبر یہ کے کہ میرے جواب دینے سے اگر دین پر بات آئے گی تو خاموش رہیں۔ میری ذات کی بات ہے، کوئی بات نہیں، اور کہہ لو۔

7۔ ایک وہ صبر ہے جو یوسفؑ کے معاملے میں حضرت یعقوبؑ نے کیا تھا۔ تقدیر کے ایسے فیصلے جن کو برداشت کرنا محال ہو، اُن پہ صبر کرنا۔ اور اس صبر کی بڑی شان ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب جنتی

جنت میں جائیں گے، ابھی کچھ لوگ روک لیے گئے ہوں گے کہ ابھی لوگ میدانِ محشر میں کھڑے ہیں اور حساب کتاب ہو رہا ہے تو تو پُکار لگے گی کہ تم میں سے اگر کسی کا اللہ نے حق دینا ہے تو وہ کھڑے ہو جائیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ صبر کرنے والے کھڑے ہو جائیں گے۔ جنھوں نے بیماریوں میں، دُکھوں میں، پریشانیوں میں صبر کیا۔ پھر کہا جائے گا کہ بغیر حساب کے جنت میں چلے جاو۔ (اللھمَّ جَعَلنَا مِنھم)۔

صبر بڑی میٹھی چیز ہے، شرط ایک ہے کہ آپ اسے اللہ کی دین سمجھیں۔ اور انتہائی کڑوی چیز ہے جب آپ اپنی ذات کے بُت پہ یہ سوچیں کہ میرے ساتھ یہ کیوں ہوا۔ میں تو اتنی بڑی تھی تو اللہ نے مجھے آزمایا۔ بندگی کے بغیر صبر نہیں آتا۔ تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کہتے ہیں کہ یہ لوگ اللہ کی رضا کے لیے صبر کرتے ہیں۔ اور اللہ سے مانگتے ہیں اور اللہ سے پیارا کون ہے جو دے گا۔ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ۔ نماز کا ذکر چھٹے نمبر پہ آرہا ہے۔ نمازیں قائم کرتے ہیں۔ مکی سورتیں ہیں، ان میں ابھی نماز فرض ہی نہیں ہوئی تھی، اشارے مل جاتے تھے کہ اب نماز پڑھو۔ یہ نماز تمہیں صبر کرنا سکھائے گی۔ کیوں؟

کیونکہ "اور نماز کے ساتھ اللہ سے مدد طلب کرو"۔ وَاَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً اللہ کے راستے میں اُنکو دینا آسان ہو جاتا ہے۔ اب دیکھیں ان تینوں کا آپس میں ربط ہے۔ جب ایک انسان اللہ کے لیے صبر کرتا ہے اور صبر کو آپ self control کے معنوں میں لکھ لیں۔ خواہشات پر پابندی لگ گئی، پیسے بچ گئے، نمازوں سے دل لگا، اللہ کے آگے گیا، اِیاکَ نعبُدُ وَاِیَاکَ نَستَعین زبان پہ آیا تو اپنی اوقت سمجھ آئی۔ اب خواہشات کم ہو گئیں، اپنی اوقات نظر آئی تو سوچا اب یہ جو پیسے بچ گئے ہیں انہیں کہیں لگا دوں۔ تو وَاَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً۔ ایمان والے کے پاس بہت پیسے ہوتے ہیں۔

کیونکہ اُس کے اخراجات بہت کم ہوتے ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے کہ چلو ظاہر کر کے دے سکوں، چھُپا کے دے سکوں، میں اس پیسے کو اس طرح اینویسٹ کروں کہ نیکیوں کا ذریعہ بن جائے۔

اس کے بعد وَّيَدۡرَءُوۡنَ بِالۡحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اور وہ بھلائی سے بُرائی کو دور کرتے ہیں۔ یہ لوگوں کے لیے آخرت کے گھر کی کامیابی ہے۔ یہ سب سے مشکل چیز ہے، اس کو سمجھ لیں۔ يَدۡرَءُوۡنَ ، د، ر، ء، سے ہے۔ پہاڑ پر سے کسی چیز کا نیچے گرنا۔ دُور سے تیزی کے ساتھ اچانک سیلاب کا آنا۔ يَدۡرَءُوۡنَ کے لفظ میں یہ لکھا ہوا ہے کہ وہ اس بات کا انتظار نہیں کرتے کہ بُرائی پھیل جائے، بلکہ فوراً اُس بُرائی کو ہٹا دیتے ہیں۔ مثلاً کینسر۔ اگر نہ پتا ہو کہ بیماری ہے تو کئی سال گزر جاتے ہیں لیکن جب پتا چل جاتا ہے تو ڈاکٹرز کہتے ہیں فوراً علاج شروع کریں۔ وہ لوگ جن کا مزاج بہت خوبصورت ہو جاتا ہے وہ بُرائی کو دیکھتے نہیں رہ جاتے، فوراً کام شروع کر دیتے ہیں۔ ایک دھاگہ توڑنا آسان ہے کوئی بچی بھی توڑ لے گا۔ یہی دھاگہ اکھٹا ہو کے رسی بن جائے، پھر بھی کتنا آسان ہو گا لیکن یہ رسیاں مل کر اینکر بن جائیں تو پھر ان کو کوئی نہیں کاٹ سکتا۔ گناہ شروع میں ایک دھاگہ ہوتا ہے، آپ کی نظر بھٹکی، اعوذُ بِاللہ پڑھ کے نظریں ہٹالیں۔ کوئی بھی بُرائی توبہ کر کے چھوڑ دیں لیکن اگر توبہ کرنا چھوڑ دی تو دن بدن مشکل ہو جائے گا۔ گناہ آکاش بیل ہے۔ ہمارے لیے سب سے بڑا ناسور ہے۔ اسکو جتنی جلدی روک سکیں روک لیں۔

وَّيَدۡرَءُوۡنَ بِالۡحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ کا ایک اور بہت خوبصورت مطلب ہے کہ بُرے رویوں کے بدلے میں اچھے رویے اختیار کرنا۔ یہ مشکل ہے۔ لوگ بد تمیزی کرتے ہیں، یہ عزت سے بات کرتے ہیں، لوگ الزام لگاتے ہیں، یہ لوگوں کی تعریفیں کرتے ہیں یہ صرف بھُلاتے نہیں، معاف بھی کرتے ہیں۔ یہ

بُرائی کو بھلائی کے ساتھ روک دینا ہے۔ اللہ کے نبیؐ کی ایک حدیث میں بھی یہی الفاظ استعمال ہوئے ہیں کہ جب تم سے کوئی بُرائی ہو تو فوراًاسکے پیچھے نیکی لگادو، یہ تمہاری اُس بُرائی کو ختم کر دے گی اور تم نیکی پہ آجاؤ گے۔ ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جو یَدۡرَءُوۡنَ بِالۡحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ کرتے ہیں۔ یہ اس لیے کرنے کی ضرورت ہے کہ اگر اندر کوئی ہلکاسا بھی نیکی کا جذبہ ہو تو وہ جاگ اُٹھے گا۔

حضرت علیؓ کاواقعہ آپ نے کئی بار سُنا ہو گا کہ جب ایک دشمن پر غالب آگئے تو اُس کو معاف کر دیا۔ اُس نے آپ پر تھوک دیا تو آپ نے اُسے معاف کر دیا کہ اب میرا ذاتی بدلہ ہو گا۔ خود سے پوچھیں کہ ہم اپنی ذات کا دفاع زیادہ کرتے ہیں یا دین کا۔ کوئی دین کو بُرا کہے ہم کہتے ہیں کوئی بات نہیں یہ اسکا معاملہ ہے لیکن کوئی ہمیں بُرا کہے تو ہم تو اُس کے گھر پہنچیں گے کہ تمہاری جرأت کیسے ہوئی۔ جو خود کو بڑا سمجھتا ہے وہی دوسروں کے خلاف کھڑا ہوتا ہے۔ اچھا کریں گے، اچھا پائیں گے۔ اللہ کے نبیؐ نے جو دین پھیلایا وہ اسی مزاج کے ساتھ پھیلایا۔kill with kindnessپہ عمل کریں۔ اگر یہ آگیا تو آپ کو مزہ آنے لگے گا۔ کیوں کہ کوئی بندہ بات کر کے آپکو صبر کا موقع دیتا ہے۔ اور اس طرح آپکا اللہ سے تعلق جُڑتا ہے۔ رویوں سے دُکھ تو ہوتا ہے لیکن وہ دُکھ آپکو اللہ سے جوڑ دیتا ہے۔ اللہ ہمیں اس صبر کی توفیق دے۔

حسن بصریؒ کو کسی نے بتایا کہ کسی نے آپ کی بُرائی کی ہے۔ آپ نے ایک خوبصورت پھلوں کی ٹوکری منگوائی اور اُس کے گھر بھیج دی اور ساتھ پیغام بھجوایا کہ جو آپ نے مجھے دیا ہے، میں وہ تو آپکو نہیں دے سکتا لیکن میرے پاس جو تھا وہ میں نے آپکو بھجوا دیا۔ مُراد یہ تھی کہ آپ نے میری بُرائی کر کے مجھے اپنی نیکیاں دے دی ہیں تو میں جواب میں کچھ تو دوں۔

یہ خوشحال زندگی کاراز ہے کہ آپ خود کو دوسروں کی باتوں سے بے نیاز کرلیں۔ یہاں مفسرین نے بڑا خوبصورت نقطہ اُٹھایا کہ يَدۡرَءُوۡنَ کیوں آیا، يَدۡفَعُوۡنَ کیوں نہیں آیا۔ دفع کرنا، ہٹانا وہ زیادہ صحیح لفظ تھا۔ لیکن یہاں يِ يَدۡفَعُوۡنَ اسلیے آیا کہ دۡرَءُوۡنَ میں وہ خوبصورتی مل رہی ہے جو يَدۡفَعُوۡنَ میں نہیں آتی۔ يَدۡرَءُوۡنَ ہٹانا، جیسے بکریوں کو کوئی ہٹاتا ہے۔ اور دفع کرنے میں شدت ہوتی ہے۔ تو کہا کہ بھلائی سے کام لو۔ اگر یہ کروگے تو تمہارے لیے عُقۡبَى الدَّارِ ۙ ہے۔ آخرت کا خوبصورت انجام ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ خوبصورت جنت دے گا۔ عُقۡبَى اچھے انجام کو کہتے ہیں۔ عقُوبت، بُرائی کی سزا ہے۔

ڈانٹنے کے معنوں میں؛

جَنّٰتُ عَدۡنٍ يَّدۡخُلُوۡنَهَا وَمَنۡ صَلَحَ مِنۡ اٰبَآٮِٕهِمۡ وَاَزۡوَاجِهِمۡ وَذُرِّيّٰتِهِمۡ‌ وَالۡمَلٰٓٮِٕكَةُ يَدۡخُلُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ مِّنۡ كُلِّ بَابٍ‌ۚ ﴿۲۳﴾

یعنی ایسے باغ جو اُن کی ابدی قیام گاہ ہوں گے وہ خود بھی ان میں داخل ہوں گے اور ان کے آباؤ اجداد اور اُن کی بیویوں اور اُن کی اولاد میں سے جو جو صالح ہیں وہ بھی اُن کے ساتھ وہاں جائیں گے ملائکہ ہر طرف سے اُن کے استقبال کے لیے آئیں گے۔

سَلٰمٌ عَلَيۡكُمۡ بِمَا صَبَرۡتُمۡ‌ فَنِعۡمَ عُقۡبَى الدَّارِؕ ﴿۲۴﴾

اور اُن سے کہیں گے کہ "تم پر سلامتی ہے، تم نے دنیا میں جس طرح صبر سے کام لیا اُس کی بدولت آج تم اِس کے مستحق ہوئے ہو" پس کیا ہی خوب ہے یہ آخرت کا گھر!

یہ اُس خوبصورت کردار کے بدلے میں اللہ کی طرف سے جزا ہے۔ہم جنت کی بہت ساری نعمتیں پیچھے بھی پڑھتے آرہے ہیں، جنتِ عدن، ہمیشگی کی جنت۔اسکے بارے میں آتا ہے کہ اسکو اللہ نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے۔اسکی ایک اینٹ سونے کی اور ایک چاندی کی ہے۔ایک اور روایت میں جنتِ عدن کے گھروں کی تفصیل میں آتا ہے کہ ایک ذمرد،ایک سُرخ پتھر اور ایک موتی کی اینٹیں ہیں۔جنتِ عدن کبھی نہ ختم ہونے والی جنت کو بھی کہتے ہیں۔اباؤاجداد کے جنت میں جانے کا کیا مطلب ہے؟انسان جب بھی کوئی نیکی کرتا ہے تو کچھ Hidden factors اُس میں شامل ہوتے ہیں۔

سادہ سی مثال ہے کہ اگر آپ اس وقت قرآنِ پاک پڑھ رہے ہیں تو آپکے گھر والے کئی لحاظ سے شامل ہیں۔کوئی آپکو لینے آیا، کوئی چھوڑنے آیا۔تو اگر اُن میں کوئی خرابی نہیں ہو گی تو اللہ تعالیٰ اُن کو ان چھُپی ہوئی نیکیوں کا اجر دے گا۔وہ غیر محسوس طریقے سے وہ ہماری نیکیوں میں شریک ہوتے ہیں۔ اللہ کو تو سب پتا ہے کہ اِردگرد کے لوگوں نے مدد کی۔اگر اُن میں شرک نہ ہوا، کفر نہ ہوا، بدعت نہ ہوئی تو اللہ اُن سب لوگوں کو بُلالے گا۔سورۃ طور میں ہم پڑھیں گے کہ جو ایمان والے ہیں اور اُن کی اولادوں نے ایمان کے ساتھ اُنکی اتباع کی، تو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ہم جنت میں اُن کو اُن کی اولادوں کے ساتھ ملادیں گے۔اگر گھر والے جنتی ہوں گے تو جنت میں یاد آئیں گے۔یہ نظریہ سمجھ لیں۔اللہ نہ کرے لیکن اگر ہمارے گھر والوں، رشتہ داروں میں سے کوئی جہنم میں چلا جائے تو آپ جنت میں اُن کے لیے کُڑہیں، یہ نہیں ہو گا۔جب ہم جنت میں چلے جائیں گے تو اللہ کو تو پتا ہے کہ ہمارے رشتہ داروں میں سے کون جنت میں گیا ہے، اگر وہ جنت میں ہوں گے تو اُس کے لیے ہمارے دل میں محبت رہے گی۔اور اگر خدانخواستہ ہمارے پیاروں میں سے کوئی جنت میں نہ گیا تو ہمارے دلوں سے اُس کی

محبت نکال دی جائے گی۔ جیسے حضرت نوحؑ کے دل سے اُن کے بیٹے کی محبت نکال دی گئی تھی۔ اللہ جنتیوں کو کچھ اعزاز دے گا۔ کہ اگر دنیا میں اُن کا ساتھ نیک لوگوں کے ساتھ تھا تو اللہ کہیں گے کہ اُن کو بھی بُلا لو۔ لیکن اسکی بنیاد ایمانِ صالح پہ ہو گی۔ سورۃ نساء میں ہم نے جنتیوں کے مختلف درجے دیکھے۔ لیکن اللہ اپنی رحمت سے جنتیوں کے درجے بُلند کر دے گا۔ یہ سب اللہ کے فیصلے ہیں لیکن ہمیں ان سب باتوں میں اپنے کردار کو اچھا ثابت کرنا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ ﴿٢٥﴾

رہے وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو مضبوط باندھ لینے کے بعد توڑ ڈالتے ہیں، جو اُن رابطوں کو کاٹتے ہیں جنہیں اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے، اور جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، وہ لعنت کے مستحق ہیں اور ان کے لیے آخرت میں بہت برا ٹھکانا ہے۔

یہاں دو بالکل مختلف باتیں ہیں۔ اچھے کام کرنے والوں کو وہاں خوشخبریاں دی جارہی ہیں اور بُرے کام کرنے والوں کو وہاں سے دُور کیا جارہا ہے۔ یہ مضمون بہت سادہ ہیں اور قرآنِ پاک میں ہم کئی دفعہ پڑھتے ہیں۔ اس پوری آیت میں کردار سازی ہے۔ صرف نماز کی بات اشارۃً آئی ہے۔ باقی جتنی باتیں بھی آئی ہیں اُنکا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ اس پہ نبیؐ کی ایک حدیث کا خلاصہ ہے کہ تم اپنے طرزِ عمل کو لوگوں کے تابع نہ کرو، (یہ نہ کہنا کہ لوگ میرے ساتھ اچھا کریں گے تو میں اُن کے ساتھ اچھا کروں گا، اور بُرا کریں گے تو بُرا کروں گا) بلکہ تم اپنی Dignity نہ ختم کرو۔ ایک مشہور کہانی ہے کہ ایک شخص دریا کے کنارے وضو کر رہا تھا۔ ایک بچھو پانی میں ڈوب رہا تھا۔ اُس شخص نے اُسے باہر نکالا

تو بچھو نے اُنہیں ڈنک مار دیا۔ وہ پھر پانی میں گر گیا، اُنہوں نے پھر نکالا، دو تین دفعہ ایسا ہوا۔ پاس ایک اور شخص کھڑا تھا، اُس نے کہا کہ آپ کیوں اسے بار بار پانی سے نکالتے ہیں جبکہ وہ آپکو کاٹ رہا ہے۔ تو اُس شخص نے کہا کہ یہ بچھو ہو کے اپنی خصلت نہیں چھوڑ رہا تو میں انسان ہو کے کیوں چھوڑوں۔ خود پہ سوچیں کہ کیا میں لوگوں کی مخالفتوں والے رویوں کے باوجود ان کے ساتھ احسان کا معاملہ کرتی ہوں یا نہیں۔ ہم اللہ کی نظروں میں کس درجے پہ ہیں اس کا پتا لوگوں کے ساتھ ہمارا تعلق کیسا ہے اس سے چلتا ہے۔ اللہ سے تعلق، بندوں سے تعلق میں جھلکتا ہے۔ یہاں دو مختلف کردار ہیں۔ چند روایات آپ کے سامنے رکھتی ہوں کہ نبیؐ نے ان آیات کے بارے میں ہمیں کیا فرمایا؟

اس میں جو بات ہوئی تھی کہ لوگ جنت میں جائیں گے اور اُن کو ملا دیا جائے گا اور جنتِ عدن کی باتیں۔ حضرت عبد اللہ بن عُمر فرماتے ہیں کہ جنت کے ایک محل کا نام عدن ہے۔ جس میں برج اور بالا خانے ہیں۔ جس کے پانچ ہزار دروازے ہیں، ہر دروازے پر پانچ ہزار فرشتے ہیں، وہ محل نبیوں، صدیقوں اور شہدا کے لیے مخصوص ہے۔

ایک مفسر ہیں، 'دہاق'، کہتے ہیں کہ یہ جنت کا شہر ہے جس میں انبیاء ہوں گے، شہداء اور ہدایت کی طرف بُلانے والے آئمہ ہوں گے۔ ان کے آس پاس اور لوگ ہوں گے، جن کے ارد گرد اور جنتیں ہو نگی۔ وہاں یہ اپنے پیاروں کو ان کے ساتھ دیکھیں گے۔ وہاں یہ اپنے باپ دادا، پوتے، جو بھی ان کے نیک لوگ ہوں گے وہ ان کے پاس ہوں گے۔ اور راحتوں میں مسرور ہوں گے۔ جن سے انکی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی۔ یہاں تک کہ ان میں سے اگر کسی کے عمل اُس درجے تک پہنچنے کے قابل نہ بھی

ہوں گے، تو اللہ تعالیٰ ان کے درجے بڑھادے گا۔ اور اعلیٰ منزل تک پہنچادے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے لوگوں میں سے کردے۔

مسند کی روایت میں ہے کہ جانتے ہو سب سے پہلے جنت میں کون جائیں گے۔ لوگوں نے کہا اللہ اور اُسکے رسولؐ کو معلوم ہے۔ فرمایا کہ سب سے پہلے جنتی مساکین، مہاجرین ہیں، جو دینا کی لذتوں سے دُور تھے۔ جو تکلیفوں میں مُبتلا تھے۔ جن کی اُمنگیں دلوں ہی میں رہ گئیں اور موت آگئی۔ رحمت کے فرشتوں کو حکمِ الٰہی ہو گا کہ جاؤ ان کو مبارک باد دو۔ فرشتے کہیں گے کہ الٰہی ہم تیرے آسمانوں کے رہنے والے، تیری بہترین مخلوق ہیں۔ کیا تو ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم ان کو جا کے سلام پیش کریں۔ جنابِ باری تعالیٰ جواب دیں گے یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے صرف میری عبادت کی۔ میرے سوا کسی کو شریک نہ کیا۔ دنیاوی راحتوں سے محروم رہے۔ مصیبتوں میں مُبتلا رہے۔ کوئی مراد پوری ہونے نہ پائی اور یہ صابر اور شاکر رہے۔ اب تو فرشتے جلدی جلدی، شوق کے ساتھ ان کی طرف دوڑیں گے۔ ادھر اُدھر کے ہر ہر دروازے سے گھسیں گے۔ اور سلام کر کے مبارک باد پیش کریں گے۔

طبرانی کی روایت ہے کہ سب سے پہلے جنت میں جانے والے تین قسم کے لوگ ہیں۔ فقرا مہاجرین، جو مصیبتوں میں مبتلا رہے۔ جو حکم ملا بجالاتے رہے، ان کی ضرورتیں ایسی ہوتی تھیں لیکن مرتے دم تک پوری نہ ہوئیں۔ جنت کو قیامت کے دن اللہ اپنے سامنے بُلائے گا۔ وہ بنی سنوری اپنی تمام نعمتوں اور تازگیوں کے ساتھ حاضر ہو گی۔ پھر ندا ہو گی وہ بندے کدھر ہیں جو میری راہ میں جہاد کرتے تھے، میری راہ میں ستائے جاتے تھے، میری راہ میں لڑتے بھڑتے تھے۔ وہ کہاں ہیں، آؤ بغیر حساب کتاب

کے جنت میں چلے جاؤ۔ اس وقت فرشتے اللہ کے سامنے سجدے میں گر پڑیں گے، عرض کریں گے کہ پروردگار ہم تو صُبح شام تیری تقدیس میں لگے رہے، یہ کون ہیں جنہیں تو نے فضیلت عطا کر دی۔ پھر اللہ رب العزت فرمائے گا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے میری راہ میں محنت کی، تکلیفیں برداشت کیں۔ اب تو فرشتے جلدی کر کے ان کے پاس ہر ہر دروازے سے پہنچیں گے، سلام پیش کریں گے اور مبارک بادیاں پیش کریں گے کہ تمہارے صبر کا بدلہ کتنا اچھا ملا۔

حضرت ابو عمامہ فرماتے ہیں مومن جنت میں اپنے تخت پر با آرام، شان سے تکیہ لگائے بیٹھا ہو گا۔ خادموں کی قطاریں ادھر اُدھر لگی کھڑی ہوں گی۔ جو دروازے والے فرشتے سے اجازت مانگے گا، وہ دوسرے خادم سے کہے گا یہاں تک کہ مومن سے پوچھا جائے گا کہ یہ فرشتہ اندر آسکتا ہے۔ تو مومن اجازت دے گا کہ آسے آنے دو۔ یونہی ایک دوسرے کو پیغام پہنچائے گا۔ اس کے اور آخری خادم فرشتے کو اجازت دے گا، وہ دروازہ کھول دے گا۔ وہ آئے گا، سلام کرے گا اور چلا جائے گا۔

فرشتوں کا سلام کوئی چھوٹی بات نہیں ہے۔ اس کے لیے کچھ محنت کرنی پڑے گی۔ دعا کریں کہ ہمارا کردار ٹھیک ہو جائے۔ پھر دنیا میں بھی سکون ہو گا۔ یہ وہاں کے فرشتے نہیں ہیں۔ دنیا میں بھی فرشتے ہیں۔ اپنے بدلے خود نہ لیں۔ اللہ پہ ڈال دیں۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ میرے رب نے مجھے نو باتوں کا حکم دیا ہے، جس میں کچھ باتیں اس آیت سے متعلق ہیں۔ میں کسی سے خوش ہوں یا ناراض ہوں، ہر حال میں انصاف کی بات کروں۔ سچ کا ساتھ دو۔

دوسری نصیحت جو میرا حق مارے، میں اُسکو حق دوں۔

جو مجھے محروم کرے میں اُسکو عطا کروں

جو مجھ پر ظُلم کرے میں اُسکو معاف کر دوں۔ یہ أُولُوا الْأَلْبَابِ کی باتیں ہیں۔ ہم ایسے لوگوں کو بُدھو کہتے ہیں۔ دعا کریں کہ ہم سب ایسے بُدھو ہو جائیں۔ حدیث میں آتا ہے جو تیرے ساتھ معاملہ کرتے ہوئے اللہ سے نہیں ڈرتا، تو اس کے ساتھ اللہ سے ڈرتے ہوئے معاملہ کر۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے اُس کی خیانت نہ کر جو تیری خیانت کرتا ہے۔ کڑوا گھونٹ ہے، پینا پڑے گا اور یہاں يَقْطَعُونَ میں رشتہ داریوں کی بات ہے۔ اللہ ہمیں ایک دوسرے کے لیے خوشی کا باعث بنائے۔ آمین